رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۵۱

رجسٹرڈ انگلیشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ .... للعہ

ششماہی ....

سہ ماہی ....

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد ۳ | ۲۱ مہر سنہ ۱۳۵۲ف | ۲ شعبان سنہ ۱۳۶۲ھ | ۲۸ اگست سنہ ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۲)

نیا زمانہ

حیدرآباد کے مابعد جنگ مسائل

نشری تقریر جناب پروفیسر ہارون خاں صاحب

ذیل میں پروفیسر ہارون خان صاحب کی نشری تقریر کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن میں مابعد جنگ پیدا ہونے والے مسائل سے بحث کی گئی ہے۔

دنیا میں اس کا سوچ بچار کیا جا رہا ہے کہ جنگ کے بعد جو مسائل دفعتہً پیدا ہو جائیں گے ان کا حل کیسے کیا جائے۔ کروڑہا انسان جنگ کے تباہ کن محاذوں سے اپنے اپنے پر امن وطنوں کو واپس آ جائیں گے۔ لاکھوں اور کروڑوں مرد جو اس وقت ایک دوسرے کو قتل کرنے میں مصروف کئے جا رہے ہیں آزاد ہو جائیں گے۔ دوران جنگ میں خوش حالی آبادی کی جو قسم کی تنگی کی وجہ سے جو عادتیں پڑ گئی ہیں وہ شاید بدل جائیں گی اور امیر غریب کی طرز زندگی میں جو فرق ہے وہ بہت کچھ کم ہو جائے گا۔ حیدرآباد والوں کے لئے اس قسم کا غور و فکر بہت زیادہ خوش آئند ہے۔ ہماری کچھ عادت ہو گئی ہے کہ ہم جب ابھی ایران تو ان کے مسائل پر غور کرتے ہیں لیکن علی العموم ان مسائل پر ملک کے جاری نہیں جو چاروں طرف سے ہم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ بلا شبہ حال کے چند سالوں میں اس صورت میں کچھ فرق پیدا ہو گیا ہے اور ہم بیرونی مسائل سے کچھ دلچسپی پیدا ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے ہماری زندگی کا باہر والوں کی نقل کا پہلو ضرورت سے بہت زیادہ نمایاں ہے اور بیرون ملک جو تحریکات زور پکڑتی ہیں ہم بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں بلا اس کو سوچے ہوئے کہ وہ تحریکیں ہمارے ماحول کا نتیجہ ہو سکتی ہیں یا نہیں اور انہیں اپنے یہاں اثر انداز ہونے کا موقع دینا کہاں تک [illegible] دائرے کو مرتب ہیں یا مرتب کو [illegible] میں پہچان کرنے کا حاصل تو نہیں۔ غرض کبھی کبھی اس کی ضرورت ہے کہ ہم خود اپنے مسائل کو غور سے سوچیں۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ مملکت محروسہ میں ہندوستان بھر کی نسلیں قومی زبانیں اور مذہب ملتے ہیں اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اس ملک کے لئے انشاء اللہ نیک فال ہے۔ اس لئے کہ بیشتر زیادہ کوشش ہے کہ ہم جنوب شمال مغرب مشرق اور خود ناف ہند کے بہترین دماغوں سے خدمت لے سکتے ہیں۔ اس قسم کی مثالیں دوسرے ممالک میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یورپ میں آسٹریا ہنگری کی سابق سلطنت ہی کو لیجئے جہاں جرمن چیک بہار رومانی سربی اطالوی ملتے تھے اور جو بلحاظ رقبہ کے گویا یورپ کے نقطۂ قلب کو قائم کئے ہوئے تھی۔ لیکن آسٹریا ہنگری کا باشندہ کسی قوم کا ہو کوئی بولی بولتا ہو رومن کیتھولک ہو یا پروٹسٹنٹ جرمن ہو یا اطالوی سب کا ایک ہی مرکز تھا اور وہ اس پر قربان ہونے کو تیار تھے اور وہ مرکز شہنشاہ آسٹریا کی ذات تھی۔ دوسرا ایسا ملک مثلاً متحدہ امریکہ ہے جہاں دنیا کی نسلیں موجود ہیں دنیا کی بولیاں بولی جاتی ہیں دنیا کے مذہب والے امن چین سے زندگی بسر کرتے ہیں آج کل صدر جمہوریہ نسل کے اعتبار سے ولندیزی۔ وزیر خواہ جرمنی نیویارک کا میئر اطالوی وزیر خارجہ انگریز ہیں۔ لیکن ہر امریکی خواہ کسی نسل کسی بولی کسی مذہب کا ہو اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنے اختیار کردہ ملک پر جان تک قربان کر دے۔ اس کے مفاد کو اپنا مقصد اعلیٰ تصور کرے اور اپنے صدر کو اپنا پیشوا تصور کرے۔ یہ ذرا طویل مثالیں اس مقصد عظیم کی توضیح کے لئے دی گئی ہیں جو ہر حیدرآبادی کو اپنا حرز جان تصور کرنا چاہئے۔ ایسے ملک میں خاص طور پر جب ملک میں فطرۃً مرکز گریز اثرات ہوتے ہیں اور خصوصاً ان اثرات کا تعلق ملک کے چاروں طرف کی تحریکات سے ہوتا ہے اس لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ملک والوں کو ایک مستقل مرکز سے وابستہ کیا جائے ہمارے ملک میں الحمدللہ ایک مرکز موجود ہے اور وہ ہمارے بادشاہ ذی جاہ کی ذات بابرکات ہے یہ مرکز ایک مستقل مرکز ہے اور خدا کے فضل سے سوا دو سو برس سے کارفرما ہے۔ ممالک محروسہ کی یکجائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ہندوستان کے امن و امان کی خاطر ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس مرکز کی وفاشعاری کو اپنا حرز جان تصور کریں اور اچھی طرح سوچ لیں کہ ہم مسلمان ہوں یا ہندو عیسائی ہوں یا پارسی اگر ہمیں حیدرآباد کا تفرد عزیز ہے اگر ہندوستانی اصول اور تہذیب میں جو خداداد انفرادیت ہے اسے جنگ کی صورت میں بحال ہونے کے بعد برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو ہم اپنے بادشاہ کے ساتھ صرف خاموش فرمانبرداری ہی نہیں بلکہ والہانہ عقیدت کا اظہار کریں اور اسے اپنا دینی شعار [illegible] تصور کریں یہ جذبہ خدا کے فضل سے اب بھی موجود ہے لیکن یہاں سب سے پہلے اس کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جنگ کے بعد برطانوی ہندوستان میں طرح طرح کی تحریکات پیدا ہوں گی اور انہیں میں سے بعض میں ممکن ہے کہ حیدرآباد کو بھی لپیٹنے کی کوشش کی جائے۔ ایسی حالت میں ان مرکز گریز

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۲)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳ | ۲۱ مہر ۱۳۵۲ف | نمبر ۲

احتجاج

حکومت کشمیر نے جس نامناسب اور نازیبا طریقے سے مولوی بہادر خاں کو حدود ریاست سے باہر بھیج دیا اس کے خلاف جو تنقید ہو رہی ہے اور جو احتجاج کیا جا رہا ہے اس میں ہم بھی شریک ہیں۔

ہر حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے انتظامی اور دیگر مصلحتوں کی بنا پر کسی شخص کی سرگرمیوں کو ناپسندیدہ قرار دے اور اگر وہ شخص اپنی سرگرمیوں سے باز رہنے پر آمادہ نہ ہو تو اس کو باہر چلے جانے کا حکم دے لیکن ایسے احکام کے نفاذ میں انسانیت اور خوش سلیقگی کو خیرباد کر دینا حکومت کے وقار اور نیک نامی کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔

فاسسٹی برتاؤ

مولوی بہادر خاں صاحب کا اخراج عمل میں آیا ہے حکومت کشمیر کو پسند نہ ہو مگر خاں صاحب کی شخصیت ان کے ذاتی و خاندانی وقار کو نظر انداز کر کے حکومت کشمیر نے ان کے ساتھ جو برتاؤ جائز رکھا وہ حد درجہ نامناسب اور نازیبا ہے حکومت کشمیر کو کیا اس کا علم نہ تھا کہ مولوی بہادر خاں صاحب حیدرآباد کی ایک ممتاز ہستی اور مسلمانان ہند کے ایک مقبول عام خطیب ہیں؟ . . . . کیا ایسی . . . . امتیازی حیثیت رکھنے والے فرد کے ساتھ کوئی مہذب حکومت اس قسم کا برتاؤ کرے یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ وہ اتحادیوں کی مملکت ہے جہاں اس کا برتاؤ بالکل فاسسٹوں کا سا ہے!

حکومت حیدرآباد نے بھی بعض اوقات بعض بیرونی افراد کی آمد کو حیدرآباد کے امن عامہ کے لئے مضر خیال کیا اور ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا۔ لیکن حکومت حیدرآباد کا عمل یہ رہا ہے کہ اس نے قبل از عمل شخص مذکور کو عزم سفر ملتوی کرنے کا مشورہ دیا اور اگر اس کے باوجود اس نے یہاں آنے کی زحمت گوارا کی تو حکومت نے اپنے خرچ سے اس شخص کے مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اول یا دوم درجہ کا ٹکٹ دلا کر اور خورد و نوش اور دوسری ضروریات کا انتظام کر کے مملکت آصفیہ کے باہر روانہ کر دیا۔ حکومت سرکار عالی نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی شخص کو اس کی بیوی سے جدا کر کے نہایت بدتمیزی کے ساتھ موسلادھار بارش میں کسی ایسی جگہ چھوڑ دیا ہو جہاں نہ کوئی ڈاک بنگلہ ہے اور نہ انسانوں کی رہائش کی سہولت۔

معاصر "ریاست" نے حکومت کشمیر کے اس عمل کے خلاف ایک اداریہ تحریر کیا ہے مگر اس اداریہ میں یہ کہہ کر کہ حیدرآباد میں بھی یہی ہوتا ہے حکومت حیدرآباد کو ہدف ملامت بنایا گیا اور حکومت کشمیر کی روش کی سنگینی کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ اداریہ مسٹر نرسنگ راؤ کے علم کے بغیر شائع ہوا ہے ورنہ مسٹر نرسنگ راؤ ایسی زبردست غلط بیانی کو روا نہیں رکھتے۔ حکومت حیدرآباد کی رواداری، خوش خلقی اور فیاضی کی مثال بہت کم حکومتیں پیش کر سکتی ہیں۔

الغرض کشمیر کے عہدہ داروں کی بیہودگی کے خلاف حکومت کشمیر کا کوئی تدارک نہ کرنا اس کو مہذب دنیا کی نظروں میں گرا دے گا۔

بیرونی سرگرمیوں کے مضر نتائج

مولوی بہادر خاں صاحب سے ہمیں لاکھ اختلاف سہی مگر ہم ان کے بدخواہ نہیں ہیں۔ ان میں جو خوبیاں ہیں ہم نے ان کا بارہا اعتراف کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔ ہماری ابتدا ہی سے یہ رائے رہی ہے کہ وہ مسلمانان دکن کی اصلاح اور خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ بیرون حیدرآباد ان کی سرگرمیوں کو ہم نے کبھی مفید خیال نہیں کیا۔ چنانچہ یہ اطلاع شائع ہوئی تھی کہ ریاستی مسلم لیگ کی ایک کمیٹی مولوی بہادر خاں صاحب کی سرکردگی میں ریاست ہائے ہند کا دورہ کرے گی تو ہم نے اپنی یہ سوچی سمجھی رائے ظاہر کی تھی کہ:

> "ہم حیدرآباد کو ایک سیاسی وحدت
> تصور کرتے ہیں اور اس بات کو ہرگز گوارا
> نہیں کرتے کہ کوئی بیرونی ادارہ حیدرآباد کے
> اندرونی معاملات میں مداخلت کرے
> اسی طرح ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ حیدرآباد
> کے پبلک کارکن دوسری سیاسی وحدتوں
> کے اندرونی معاملات میں دخل دیں۔
> کیونکہ یہی مداخلت کا ردعمل خود حیدرآباد
> کے لئے مضر نتائج کا حامل ہوگا . . . . . .
> ریاستی مسلم لیگ کی کمیٹی کا دورہ بڑی پیچیدگیاں
> اور الجھنیں پیدا کرنے کا باعث ہوگا خصوصاً
> ایسی انجمنوں کو مدنظر رکھ کر آل انڈیا مسلم
> لیگ نے ریاستوں کے معاملات میں مداخلت
> کرنے سے انکار کر دیا تھا مسٹر جناح کی
> فراست اور تدبر سے کس کو انکار ہو سکتا
> ہے؟ جب مسٹر جناح نہیں چاہتے کہ ریاستوں
> میں مداخلت کی جائے تو ریاستی مسلم لیگ
> کے ارباب حل و عقد کو کوئی قدم اٹھانے سے پہلے
> اس اقدام کے دوررس نتائج پر خوب غور
> کر لینا چاہئے۔"

اور آج ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہ اندیشے صحیح ثابت ہو رہے ہیں۔ اب بھی ہم مولوی بہادر خاں صاحب کو یہی مشورہ دیں گے کہ ان کے لئے حیدرآباد میں میدان عمل کافی وسیع ہے۔ ان کے لئے یہ نامناسب ہے کہ دوسری ریاستوں کا دورہ کرتے پھریں اور وہاں جا کر خود بھی خفت اٹھائیں اور حیدرآباد کی سبکی کا بھی باعث ہوں۔ اگر مولوی بہادر خاں صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ حیدرآباد میں ان کے لئے میدان عمل تنگ ہے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ انھوں نے نہ تو حیدرآباد کے مسائل کو سمجھا ہے اور نہ مسلمانان دکن کی زبوں حالی سے واقف ہیں۔ ہم مولوی صاحب موصوف سے دوبارہ درخواست کریں گے کہ وہ ہماری اس گزارش پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہماری رائے کو صحیح اور درست سمجھنے والوں کی تعداد ان کے اندازہ سے زیادہ کثیر ہے۔

مضحکہ خیز حرکات

۲۸ اگست کو حیدرآباد میں یہ اطلاع وصول ہوئی کہ مولوی بہادر خاں صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ بخیریت و عافیت مری پہنچ گئے ہیں۔ اگر خاں صاحب موصوف کی شخصی عافیت خطرہ میں ہوتی تو ہمیں بھی اتنی ہی تشویش ہوتی جو ان کے دوسرے بہی خواہوں کو ہو سکتی مگر یہ کیا بوالعجبی ہے کہ صحیح اطلاع کے پہنچنے کے باوجود بعض مقامی افراد نے ایک غیر ضروری ہڑبونگ مچا دی، تاروں کا سلسلہ جاری کیا، روپیہ علحدہ ضائع ہوا اور حیدرآباد کے غریب اور بھولے مسلمانوں کو پریشان کرنے کا سامان پیدا کر دیا، اور غیر ان گناہ سے مراسلت شروع کر دی۔ یہ ساری حرکتیں اس مرض کی علامت ہیں جس کو انگریزی میں ہسٹریا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سیاسی اصطلاح میں اس کو ڈھونگ کہتے ہیں۔ اگر ایسی مضحکہ خیز حرکات آئندہ سے نہ ہوا کریں تو مسلمانوں کی پبلک زندگی کا معیار گرنے نہ پائے گا۔

توقعات

ہمارے نظم و نسق کی تاریخ میں حال میں جو جدید سرکار کی عالیہ تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ مولوی سید فضل اللہ صاحب کی صدر کروڑ گیری محکمہ تعدی کی تکمیل جدید ایک قابل قدر واقعہ ہے۔ مولوی فضل اللہ صاحب صرف ایک دو روز سے حال ہی کچھ نہیں بلکہ ان کی دیانت اور کارکردگی مشہور ہے کہ ایک روز ہی سے۔ صاحب موصوف کی سرکاری زندگی زیادہ تر کاشتکاروں سے معاملت میں گزری ہے۔ زراعت سے متعلق ان کا نقطہ نظر نفع اندوزی اور ذخیرہ بندی کا ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا۔ درمیانی اشخاص کو جو اہمیت حاصل ہو گئی ہے وہ بھی مولوی فضل اللہ صاحب کے نزدیک ایک قابل اصلاح چیز ہے۔ اس پس منظر میں ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ نہ صرف اجناس خوردنی کم قیمت پر دکانوں اور بازاروں میں آ جائیں گے بلکہ حدود مملکت سے باہر صرف وہی مال جا سکے گا جس کی پیداوار ہماری ضروریات سے زائد ہو۔ مملکت آصفیہ کی غذائی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہماری یہ توقع بیجا نہیں کہ پنجاب اور سندھ سے اجناس خوردنی حاصل کرنے میں مولوی فضل اللہ صاحب کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔

معتمدی امور عامہ پر نواب علی یاور جنگ بہادر کا تقرر بھی ایک اہم واقعہ ہے کہ کوتوالی اور عدالت جو امن اور انصاف رکھنے والے سررشتے ہیں نیز تعلیمات جو قومی تعمیر کا سب سے اہم سررشتہ ہے نواب علی یاور جنگ بہادر جیسی نیک دل، متوازن دماغ رکھنے والی ہستی کے تحت آ جائیں گے اور یہ امر ملک کی خوش قسمتی تصور کیا جائے گا! فی الوقت یہ امر بھی موجب طمانیت ہے کہ امور دستوری و اطلاعات پر نگرانی کے فرائض بھی حیدر نواب صاحب ہی سے متعلق رہیں گے۔ یہ سچ ہے کہ سررشتہ اطلاعات عامہ اور سررشتہ دستوری جو نواب علی یاور جنگ بہادر کی علمی و ذہنی صلاحیتوں اور خدمت ملک کے جذبہ کے مرہون منت ہیں نواب صاحب کی مدبرانہ رہنمائی سے ضرور محروم ہو جائیں گے۔ لیکن حسن اتفاق سے یہ سررشتے ایک ایسے عہدہ دار کے تحت جا رہے ہیں جس نے سر اکبر مرحوم کی اہم صدارت عظمیٰ کے دور میں پانچ سال تک باب حکومت کی معتمدی بحیثیت [illegible] مالک اور نظم و نسق کے دروبست پر کافی عبور حاصل کر لیا ہے۔

دستوری اصلاحات کا سررشتہ بھی طرز پر مولوی سید یوسف علی صاحب کے سپرد کیا گیا ہے جنھوں نے ابتدا ہی سے اس کام کو نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ چونکہ اصلاحات کا بتدریج نفاذ ہوتا جا رہا ہے یہی مناسب تھا کہ بقیہ حصہ کی تکمیل مولوی سید یوسف علی صاحب کے تفویض کی جائے۔ دستوری اصلاحات سے ہدایات اور آرائش بلدہ کا الحاق جو ایک صحیح اقدام ہے [illegible]

بعد جنگ تعمیر میں صنعت و حرفت کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے پیش نظر اس سررشتہ پر نواب مہدی نواز جنگ بہادر کا تقرر نواب صاحب موصوف کے لئے ایک ایسا میدان عمل پیش کرتا ہے جو ان کے مذاق کے عین مطابق ہے۔ نواب مہدی نواز جنگ بہادر ایسے ہی عہدے کو خوشی سے قبول کرتے ہیں جہاں کام کرنے کے لئے وسیع میدان مل سکے۔ اور صنعت و حرفت سے زیادہ وسیع میدان اور کیا ہو سکتا ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ یہ جدید تقررات ایک بہتر نظم و نسق اور ترقی پذیر فضا کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے اور ہمارا ملک ان سارے پریشان کن اور تکلیف دہ اثرات سے محفوظ رہے گا جو دستوری غلطیوں کی وجہ سے ہندوستان کے بعض صوبوں میں نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔

ترکی انگریزی معاہدہ کے مضمرات

ترکی اخبار نویس کی رائے

لندن۔ استنبول کے اخبار ”وطن“ نے ترکی کی غیر جانبداری کے متعلق حسین جاہد یلچین کا ایک دوسرا مضمون شائع کیا ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے:۔

”وزراء اور ترکی مدبروں نے اکثر کہا ہے کہ ترکی اس وقت تک جنگ میں شامل نہ ہو گا جب تک اس پر حملہ نہ کیا جائے گا اور یہ کہ ترکی کو ملک گیری کی خواہش بھی نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ترکی پالیسی کے یہ دو اصول پہلی نظر میں ترکی انگریزی معاہدہ کے متناقض معلوم ہوں لیکن در اصل ایسا نہیں ہے۔“

جب ترکی نے برطانیہ کے ساتھ معاہدہ پر دستخط کئے تھے تو جرمن بہت غضبناک ہوئے تھے کیونکہ وہ صرف گویا یہی خیال کرتے ہوئے ان کو یہ اندیشہ تھا کہ جس طرح انھوں نے گذشتہ جنگ میں ہم کو دھوکا دے کر اپنی طرف شامل کر لیا تھا نہیں اس طرح برطانیہ بھی ہم کو اپنی طرف کھینچ لے۔ بہر حال ان کے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے۔ جب ۱۹۴۱ء میں وہ ترکی کی سرحدوں کے قریب پہنچے تو وہ ترکی کی غیر جانبداری سے مطمئن نہیں تھے۔ اور انھوں نے اشارۃً یہ کہنا شروع کیا کہ ترکی ان کے ساتھ شریک ہو کر شام اور عراق پر حملہ کرے یا کم از کم جرمن فوجوں کو اپنے علاقے سے ہو کر گزرنے کی اجازت دے۔ ترکی مدبرین نے اس موقعہ پر پیشتر اس تنبیہ کا اعلان کیا تھا کہ اس کی آزادی میں جو کوئی مداخلت کی جائے گی اس کا وہ مقابلہ کرے گا۔ اور اس واقعہ پر زور دیا تھا کہ ترکی ہمیشہ ہمسایوں کے ملک کے کسی حصہ کو حاصل کرنے کا خواہشمند نہیں ہے۔“

ان دو اصولوں کو ترکی انگریزی معاہدہ کی دفعات کا جن کی پابندی ہر دو دستخط کنندگان پر لازم ہے محدود کرنے والا نہیں بلکہ ان میں اضافہ کرنے والا سمجھنا چاہئے۔ یہ امر تو اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ برطانیہ نے ترکی پالیسی کے متعلق دو اصولوں کو معاہدہ کے لئے کبھی بھی تنقیص آمیز خیال نہیں کیا ہے۔ اور برطانیہ کا یہ جانتے ہوئے بھی اسی زمانہ میں نہیں رہا جب وہ تیار اور ساز و سامان سے لیس نہیں تھا۔ اور یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ وہ ترکی سے شرائط کی پابندی کے لئے زیادہ توقع سے نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ جنگ کے حالات اس کے موافق ہونے کے بعد بھی اس کا رویہ برابر یہی رہا۔ مسٹر چرچل کے ادانا کے دورہ اور اس کے بعد کی اس کثیر امداد سے جو ترکی کو اس کے جنگی وسائل پورا کرنے کے لئے دی گئی ہے اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ برطانیہ نے کبھی بھی یہ خیال ترک نہیں کیا کہ ترکی اس کا پکا، قابل اعتماد اور خیر خواہ حلیف ہے۔

ممالک محروسہ میں میووں اور ترکاریوں کی کاشت میں اضافہ

فن باغبانی سے متعلق تحقیقات و تجربات کے امید افزا نتائج

محکمہ باغبانی کی کوششوں کے باعث ممالک محروسہ سرکار عالی میں میووں اور ترکاریوں کے زیر کاشت رقبہ میں پانچ لاکھ ایکڑ سے اضافہ ہو کر سات لاکھ ایکڑ ہو گیا ہے۔ سنترہ اور موز کی کاشت (۱۰۰۰۰) ایکڑ سے زیادہ رقبہ پر کی جاتی ہے۔ درآمدات کی قیمت میں تقریباً ۲ لاکھ روپے سالانہ کی کمی ہو گئی ہے اور برآمدات میں ۲½ لاکھ روپے سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ (۵۳) اعلیٰ نصاب باغبانی کی تکمیل کر چکے ہیں۔

سنہ ۔۔۔ ف میں سررشتہ زراعت کے شعبہ باغبانی کی از سر نو تنظیم کی گئی تاکہ اس کی کارکردگی میں ممکنہ اضافہ کیا جا سکے۔ ممالک محروسہ کے مختلف حصوں میں سررشتہ زراعت کے جو مواضعات ہیں ان میں اس سے قبل بھی میووں کے درخت لگانے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا لیکن ۔۔۔ سے قبل میووں کی کاشت بہت محدود تھی۔ جب فن باغبانی کے ایک ماہر کا تقرر کر کے ممالک محروسہ میں باغبانی سے متعلق تمام امور اس کے تفویض کر دیے گئے تو زراعت کے اس شعبہ کو عملی کافی ترقی ہونے لگی اور اعلیٰ عہدہ داروں (۔۔) باغبانوں اور (۔۔) کاشتکاروں کی مستعدی کی مدد سے اس کام کو ترقی دینے میں کامیابی ہوئی۔ مختلف سرکاری مزرعوں میں میووں کی کاشت کو وسعت دی گئی اور باقاعدہ طور پر تجرباتی کام بھی شروع کیا گیا۔

ماہر باغبانی کے فرائض

ماہر فن باغبانی کی توجہ جن امور پر مرکوز رہی وہ حسب ذیل ہیں۔

تجارتی معیار پر کاشت کرنے کے لئے مختلف اقسام کے میووں کی دریافت اور ان کی کاشت کے لئے مناسب حالات۔ عوام کے لئے سفارش کردہ اقسام کے تخم اور پودوں کی فراہمی کے لئے مناسب انتظامات۔ ممالک محروسہ کے موسمی اور ارضی حالات کے پیش نظر ہر قسم کے میوے کے لئے مناسب طریقہ کاشت کھاد اور آبپاشی کے متعلق ضروری دریافت۔

پودوں کو کیڑوں اور دوسری بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے موثر طریقوں کی دریافت اور ان کے متعلق معلومات کی فراہمی۔

اصلاح شدہ آلات ضروریات اور کرم کش ادویہ کی فراہمی کا انتظام

ممالک محروسہ میں میووں کی کاشت کو وسعت دینے کے طریقوں کی دریافت۔ خرید و فروخت میں سہولت کے لئے میوے توڑنے علیحدہ کرنے اور مارکٹ ۔۔۔ کرنے کے بہتر طریقوں کی ترویج۔

امید افزا حالات

شعبہ باغبانی کی انتھک کوششوں اور فن باغبانی سے عوام کی روز افزوں واقفیت کی بنا پر میووں اور ترکاریوں کے زیر کاشت رقبہ پانچ لاکھ ایکڑ سے اضافہ ہو کر سات لاکھ ایکڑ ہو گیا ہے۔ آم سنترہ اور موز کے زیر کاشت رقبہ (۱۰۰۰۰) ایکڑ تھا جو اضافہ ہو کر تقریباً (۳۰۰۰۰) ایکڑ ہو گیا ہے۔ اسی تناسب سے میووں اور ترکاریوں کی کاشت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ چند سال کے عرصہ میں میووں اور ترکاریوں کا تجارتی توازن روبہ ترقی اور امید افزا رہا ہے۔ چنانچہ اشیاء درآمد کی قیمت میں تقریباً چھ لاکھ روپے کی کمی ہو گئی ہے اور اشیاء برآمد کی قیمت میں تقریباً ڈھائی لاکھ روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ سنترہ انگور اور موز کی برآمد میں قابل لحاظ اضافہ ہوا ہے۔

تجرباتی کام

محکمہ متعلقہ کے تجربات سے جو عملی نتائج برآمد ہوتے ہیں ان سے عوام کو مختلف طریقوں سے مطلع کیا جاتا ہے۔ حمایت ساگر، سنگاریڈی، پربھنی، اورنگ آباد، ورنگل، نظام آباد اور بیدر میں سررشتہ زراعت کے تجرباتی باغات موجود ہیں جن میں مختلف اقسام کے میووں اور ترکاریوں کی کاشت کی گئی ہے اور بڑی احتیاط سے ان کا تفصیلی مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ آم، چیکو، پپیا، انگور، سنترہ، انجیر، اناس، امرود، کھجور، ناریل، انار وغیرہ چند ایسے میوے ہیں جن کے متعلق خاص طور سے تجربات کئے جا رہے ہیں۔

سفارش کردہ اقسام

تحقیقات و تجربات کے نتائج کی بنا پر میووں اور ترکاریوں کی حسب ذیل اقسام بہتر ثابت ہوئی ہیں اور انہیں کاشت کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

الف ترکاریاں	اقسام
(۱) کرم کلہ	ارلی ڈرم ہیڈ
(۲) پھول گوبھی	سنوبال اور ۔۔۔
(۳) نول کول	وائٹ ویانا
(۴) چقندر	کرمزن گلوب اور کراسبیز ایجپشین
(۵) مرچ	بل نوز اور چیپا جائنٹ
(۶) بیگن	[illegible]
(۷) ٹماٹر	بونی بسٹ اور ۔۔۔
(۸) سیم	[illegible]
(۹) بھنڈی	[illegible] اور وہائٹ ویلوٹ
(۱۰) [illegible]	[illegible]
(۱۱) مٹر	[illegible]

ب میوے	اقسام
(۱) آم	دسہری، سفیدہ، بے نشان اور حیدرآباد کی مرغوبہ
(۲) چیکو	بیضاوی اور گول
(۳) پپیا	[illegible]
(۴) موز	بستی لال اور ۔۔۔
(۵) انگور	[illegible]
(۶) امرود	سفیدہ اور ۔۔۔
(۷) سنترہ	جالنہ اور ناول
(۸) موسمی	پتلے چھلکے والی
(۹) گریپ فروٹ	بغیر بیج والے اور ڈنکن
(۱۰) اناس	کیو
(۱۱) انجیر	[illegible]
(۱۲) انار	ڈھولکا
(۱۳) [illegible]	[illegible]

کاشت کرنے والوں کے لئے بعض ہدایات

صوبہ جات متحدہ کے آموں میں سے دسہری، سفیدہ اور ثمر بہشت کی کاشت اچھی طرح ہو سکتی ہے جبکہ ریگڑ اور چلکا دونوں قسم کی زمین موزوں ہوتی ہے۔ انگور کی وہ قسم جو ۔۔۔ کہلاتی ہے بلدہ حیدرآباد، گلبرگہ اور اورنگ آباد میں کچھ عرصہ سے کاشت کی جاتی ہے اور اچھی فصل دیتی ہے۔ ۔۔۔ کاشت کئے ہوئے انگور کی ایک بیل سے ہر سال ۔۔۔ روپے سے زیادہ آمدنی ہوتی ہے۔ انگور کی یہ قسم پودوں کی بیماریوں کا بھی خوبی مقابلہ کر سکتی ہے۔ ضلع اورنگ آباد میں سنترے کی ایک قسم دریافت ہوئی ہے جس میں بیج نہیں ہوتا اور اس کے پودے فراہم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ حمایت ساگر کی اسکیم کے تحت ۔۔۔ کے موضع میں کام کو کافی وسعت دی گئی ہے۔ چنانچہ پودوں کی پرورش گاہ کو وسعت دینے کے علاوہ تجارتی اصول پر ایک باغ لگانے کی اسکیم بھی روبہ عمل لائی گئی ہے جس کی نگرانی ایک مددگار کے تفویض ہے۔

باغبانوں کی تربیت

حمایت ساگر کے مرکز باغبانی میں فن باغبانی کی تربیت دینے کے لئے ایک جماعت قائم کی گئی ہے۔ اس جماعت کے قیام کا مقصد باغبانوں کو ان کے فن سے متعلق ضروری معلومات سے واقف کرانا ہے۔ چنانچہ یہاں دو سال تک باغبانی کی تعلیم دی جاتی ہے اور چٹنی اور جام بنانے کے طریقے بھی سکھلائے جاتے ہیں۔ تربیت یافتہ باغبانوں کی مانگ بہت زیادہ ہے اور یہ جماعت عوام کے لئے مفید ثابت ہو رہی ہے۔ اب تک (۵۳) اعلیٰ نصاب کی تکمیل کر کے کامیاب ہو چکے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ خود اپنی زمینات پر کام کرتے ہیں اور کچھ سرکاری ۔۔۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

اُردو رسم الخط کی مخالفت

تنگ نظری اور تعصب کا مظاہرہ

از

جناب اجمل فاروقی صاحب

روزنامہ "وحدت" دہلی مورخہ ۳۰ مارچ سنہ رواں کے صفحہ ۳ پر زیر عنوان "ریاست بھوپال اور اُردو" میں سے ایک اطلاع دیکھی جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح اور کب ریاست بھوپال میں اُردو کو مٹانے کی کوشش کی گئی ہے اور کس وقت مسٹر رزاق اسمعیل وزیر تعلیم ریاست نے ہندی رسم الخط کی جانب داری میں قدم رکھا اور کن کن الفاظ سے اس کا جواز مناسب قرار دیا۔

مجھے اس اطلاع کو پڑھ کر ذرہ برابر بھی تعجب نہیں ہوا۔ جب کہ زمانہ دیکھ رہا ہے کہ ہندی والے اُردو کو محض مسلمانوں کی زبان صرف اسی لئے تصور کرنے لگے ہیں کہ وہ فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور اس لئے وہ ہندوستان سے مٹا دیئے کے قابل ہے۔ یہ بتانا اس وقت ضروری نہیں ہے کہ اُردو کیا چیز ہے اور اس کی ترویج و ترقی کس طرح ہوئی۔ جب کہ بے شمار مضامین اسی موضوع پر نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ ہندو حضرات نے بھی لکھ کر اُردو کی طرف داری کی ہے اور نہ طرف داری کی ہے بلکہ اُردو کو ہندوستان کی مشترکہ زبان ثابت کیا ہے۔ اس وقت تو جو کچھ مجھے عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اُردو محض اس لئے گشتنی قرار دی جاتی ہے کہ وہ فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور اس میں وہ عربی الفاظ کہ جو ہندوستان میں رائج اور ہندوستانی لوگ جن سے مانوس ہو چکے ہیں استعمال کئے جاتے ہیں۔ پس اس سلسلے میں کیوں نہ کہا جائے کہ جو لوگ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ ہندی یا دیوناگری رسم الخط ملک کا عام رسم الخط ہے، اُردو کے رسم الخط کو مٹا دینا چاہتے ہیں وہ پہلے یہ ثابت کریں کہ دیوناگری رسم الخط ہندوستان کا رسم الخط ہے۔ اس کے بعد پھر وہ کوشش کر سکتے ہیں کہ اُردو رسم الخط کو مٹا دیا جائے اور دیوناگری رسم الخط کو جاری کر دیا جائے۔ پیش تر از ایں میں یہ بھی عرض کرنا ضروری تصور کرتا ہوں کہ ہندوستان کے ہر صوبے میں رسم الخط جدا گانہ ہے۔ پنجاب میں اور ہے تو بنگال میں اور یو پی میں اور ہے تو مدراس میں اور۔ اور اسی طرح مہاجنی، سندھی اس سے جدا ہے تو اور پنجاب وغیرہ میں عام طور پر بیوپاری لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اور ان میں بھی رسم الخط والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

اندریں حالات آیا مخالفین اُردو رسم الخط کو متعصب اور تنگ نظر نہیں کہا جا سکے گا تو پھر ایسے متعصبین کی تجویزوں اور کوششوں کو گورنمنٹ یا والیان ریاست مسترد کرنے میں کیوں توقف کرتے ہیں۔ اگر یہی میل و نہاد ہے تو ممکن ہے کہ موئدین اُردو رسم الخط تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق احتجاج کریں کہ اگر یہ باتیں اُردو رسم الخط کو بربادی کرنا مناسب خیال کرتی ہیں تو دیوناگری کی ترویج بھی نہ کریں بلکہ ان دونوں کی بجائے رومن رسم الخط کا اجرا کر دیں جو حکومت ہند کا رسم الخط ہے۔ کیا قیامت ہے کہ کہیں دیوناگری رسم الخط کی ترویج ہو رہی ہے اور کہیں گورمکھی کی۔ یہ ایک خبط ہے جو دماغوں کو ماؤف کر رہا ہے۔ ہندوستان میں یہی اور چیزیں باعث نفاق بنائی جا رہی ہیں وہاں یہ چیز بھی باعث نفاق بنائی جا رہی ہے۔ میں دیوناگری والوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ پہلے ان تمام رسم الخطوں کو مٹا دیں جو مختلف صوبوں کے ساتھ استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد دیوناگری رسم الخط کے اجرا کا دعویٰ کریں۔ اُردو والے بھی غور کرنے کے بعد فیصلہ کر لیں گے کہ آیا دیوناگری رسم الخط کی ترویج زیادہ مناسب رہے گی یا رومن رسم الخط۔ کیا دیوناگری والے تیار ہیں کہ تمام رسم الخطوں کو مٹا دیا جائے؟ اگر تیار ہیں تو میدان میں آئیں۔ اُردو والے بھی ممکن ہے کہ ان کی امداد میں کمربستہ ہو جائیں اور خاص طور پر اس آمادگی کا اظہار کریں اور دیکھیں کہ آیا اس طریقہ کار سے مخالفین اُردو اپنے دامن سے تعصب کا دھبا چھڑاتے ہیں یا نہیں۔

اس موقع پر میں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مہاجنی رسم الخط ہمی کے جاننے والے چند استعمال کرتے ہیں اور سالہا سال سے استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جو دیوناگری رسم الخط کی طرف داری اُردو کے مقابلے میں کرتے ہیں۔ اسی طرح بنگالی، گجراتی، پنجابی، مدراسی وغیرہ رسم الخط بھی وہی لوگ استعمال کرتے ہیں جو دیوناگری رسم الخط کے موئدین کے ہم خیال اور ہم مذہب ہیں۔ پھر کیوں دیوناگری والے سب سے پہلے ان لوگوں سے دست و گریباں نہیں ہوتے۔ جب آن پر غالب آ جائیں تب وہ اُردو والوں

سے مقابلہ کریں اور اُردو رسم الخط کو مٹا کر شادماں کریں۔ لیکن اُردو والے بھی چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ وہ رومن یا کسی دیگر رسم الخط کی خواہش کریں گے۔ ممکن ہے ہندوستان بھر کے کسی صوبے کے پُرانے رسم الخط کی طرف داری پر آمادہ ہو کر تمام ملک میں احتجاج کریں لہٰذا بہتر یہی ہوگا کہ اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے اس سے آگے یا اس کے خلاف تیز گامی کرنا نہ صرف مخالف قوم کو نیچا دکھانا ہے بلکہ خود بھی غار تنزل میں گر جاتا ہے۔

(ہماری زبان)

سررشتہ سکہ قرطاس کی رپورٹ پر سرکار عالی کی تنقید

کرنسی نوٹوں کی ترویج میں ترقی

یہ معلوم کرنا موجب طمانیت ہے کہ سرکار عالی کے کرنسی نوٹوں کی ترویج میں استواری کے ساتھ ترقی ہو رہی ہے جو ان کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ ان نوٹوں کی ترویج خام میں ان کی تاریخ اجرائی سے اوسطاً بحساب (۱۳۰) لاکھ سالانہ سے بھی مزید اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ ختم ۔۔۔ میں ترویج خام و خالص کے اعداد علی الترتیب ۱۲،۹۲ [illegible] ۱۹۹۲ اور ۲،۳۵۲،۳۹۱،۰۲۱ تھے۔

سرکار عالی کا سکہ قرطاس علیحدہ محفوظ کے ذریعہ جس میں نقد روپیہ کے علاوہ کفالت نامجات سرکار عظمت مدار و سرکار عالی دونوں شامل ہیں بالکلیہ مستحکم ہے۔ جس قدر کرنسی نوٹ زیر ترویج تھے اور ان کے لئے جو مختلف محفوظ قائم کئے گئے ہیں اس کا اظہار ذیل کے تختہ سے ہو سکے گا۔

(الف) قیمت ناصیہ جملہ کرنسی نوٹ زیر ترویج ۱۹۹۲۱۴۷۹۳

(ب) محفوظات

(۱) سکہ نقرہ کی مقدار جو صیغہ داد و ستد کرنسی ہیڈ و باب اضلاع اور مقامی بنکوں میں موجود ہیں۔ ۱۳۹۹۶۳۵۹۳۔

(۲) کفالت نامجات سرکار عظمت مدار سکہ کلدار ۲ فیصد قرضہ کی قیمت ناصیہ ۵۰۰۰۰۰۰

۲ فیصد	"	"	۱۹۹۵۰۵۰۰
۳ ½ فیصد	"	"	۱۱۳۸۹۰۰۰
۳ فیصد	"	"	۷۵۰۱۲۰۰
ڈیفنس بانڈز بلا سودی			۵۰۰۰۰۰۰
			۴۵۰۵۰۵۰۰

۵۳۱۱۴۳۳۹

(۳) کفالت نامجات سرکار عالی
۳ فیصد قرضہ کی قیمت ناصیہ ۔۔۔۔ ۱۹۰۳۰۳۰۰
۳ ½ فیصد ۔۔۔۔ ۰۰۰۰۰ } ۹۱۳۳۷۵۰
میزان ۱۹۹۲۱۴۷۹۳

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ہفتہ گزشتہ کی اہم خبر یہ ہے کہ مجلس بلدیہ میں کوئی ہڑبونگ نہیں مچائی گئی۔

قائد ملت کی خیریت کی اطلاع ملتے ہی اس اطلاع کی تصدیق کے لئے ہزاروں کی تعداد میں پر جوش مسلمان فلک شگاف نعروں کی گونج میں جناب محمد یامین صاحب زبیری کے مکان پر جمع ہو گئے۔

(ایک خبر)

آن واحد میں اپنے مکان پر ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو جمع کر لینا کوئی معمولی بات نہیں۔ جی چاہتا ہے کہ معتمد صاحب ملکی مجلس کی ذہانت اور دور بینی پر ساعت ساعت تک تالیاں بجائی جائیں۔

"ترجمان ملت" مورخہ ۱۰ مہر کے اداریہ سے چند اقتباسات قارئین کی تفریح طبع کے لئے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

"(۱) معتمد صاحب ملکی مجلس کے بیانوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں نقص مناقق کی اس کیفیت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات محبت اور عقیدت اس کی قوت واہمہ بہت بڑا ذہنی تغیر موجود کو موجود کر دکھاتی اور ذہن کی دوسری ان کیفیتوں کو معطل کر دیتی ہیں جو واقعہ کی تحقیق کے لئے ضروری ہیں۔ .... قائد ملت کے معاملہ

میں بھی ہوا۔"

"(۲) معتمد صاحب ملکی مجلس کے ۳ امہر کے بیان سے معلوم ہوا کہ نہیں "مرنے والے کے ٹیلیگراف آفس نے یہ اطلاع دی کہ قائد ملت پشاور روانہ ہو گئے۔ معتمد صاحب نے سردار ورجنگ اریب خاں صاحب سے ٹیلیفون پر گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ قائد ملت اس وقت تک پشاور نہیں پہنچے تھے۔"

ان واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے "ترجمان ملت" لکھتا ہے کہ:۔

"سوال اب ہمارے دل میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ خبر اتنی اہم تھی کہ قائد ملت کی سلامتی کی جانب سے اندیشہ پیدا کر دیتی؟ جواب یہ ملتا ہے کہ نہیں۔"

"ترجمان ملت" کے اداریہ کا اختتام سطور ذیل پر ہوتا ہے:۔

"(۳) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے ہوش درست نہیں رہے تھے۔ اراکین مجلس عاملہ کو کم از کم ہمارے خیال میں ذرا زیادہ ہوش و حواس سے کام لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

معتمد صاحب مجلس اتحاد المسلمین کی قوت واہمہ کی مذکرہ بالا کارستانیوں کو اخبارات میں پڑھ کر ہمارے دل میں جو سوالات پیدا ہوئے وہ یہ تھے:۔

(۱) تاروں اور ٹیلیفونی گفتگو پر جو روپیہ صرف ہوا اس کا بار مجلس کے سواد نہ کی کس مد پر پڑا؟!۔

(۲) اگر افسر ان طیران گاہ ایک طیارہ ملکی مجلس کے حوالے کر سکتے تو اس کے مصارف کون برداشت کرتا اور اس میں سفر کون کرتے؟

(۳) قائد ملت کے استقبال کی تیاریوں کے مصارف کس مد سے برداشت کئے جائیں گے؟

عین اس وقت جبکہ اخبار فروشندے "قائد ملت کا پتہ چل جانے کی اطلاع" پکارتے ہوئے ایک راستے سے گزر رہے تھے محلے کے چند بچے یہ پکارتے سنائی دئے:۔

آنکھ مچولی کا داتیل .... دریا بیل

راجہ رام کا گھوڑا وغیرہ وغیرہ

اخبار فروشندوں کی آوازیں ان بچوں کی آواز عجیب لطف پیدا کر رہی تھی۔

معاصر "رعیت" نے ۱۰ مہر کی اشاعت میں مسٹر سردار کے ایک مانیہ بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ایک ملک میں صرف ایک ہی قوم بس سکتی ہے اور اس ملک میں بسنے والی دیگر تمام قومیتوں کی حیثیت محض اقلیتوں کی ہوتی ہے جن کی تہذیب و تمدن کی حفاظت کی ذمہ داری اس ملک کی قوم اور حکومت پر ہوتی ہے۔"

کیا "رعیت" کے اداریہ نگار صاحب براہ کرم مندرجہ بالا "نظریہ" کو مملکت آصفیہ پر منطبق فرما کر فہم عامہ کے لئے اس کے مضمرات واضح فرمائیں گے؟

ایک محترم خاتون نے مندرجہ ذیل تحریر بغرض اشاعت روانہ فرمائی ہے:۔

"سینما بینی پر تحدید عائد کرنے سے متعلق نواب ولی داد خاں صاحب مندوبی کا مضمون میری نظر سے گزرا۔ نواب صاحب نے نا کتخدا لڑکیوں اور لڑکیوں کے لئے سینما بینی کو ممنوع قرار دینے کی تجویز پیش کی ہے۔ لیکن میں سمجھ نہ سکی کہ نواب صاحب نے نا کتخدا لڑکوں پر اس تحدید کو کیوں ضروری تصور نہیں کیا؟۔ دوسری بات یہ ہے کہ نواب صاحب نے کس جواز سے متعلق کوئی تجویز پیش نہیں فرمائی۔ سینما بینی ایک معصوم تفریح ہے اور نواب صاحب کی تحریر بھی۔ فقط"

افسوس ہے کہ اس دلچسپ مناظرہ میں ہم کوئی تفریحی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ بحث ختم کر دی جاتی ہے۔

مسئلہ انسداد گداگری پر غور کرنے کے لئے آج جو مجلس بلدیہ کا اجلاس مقرر تھا وہ نصاب کی عدم تکمیل کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ (دکن نیوز)

ہم اس خبر کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ بعض معزز اراکان بلدیہ نے ہمیں نصیحت کی ہے کہ کسی نیوز ایجنسی کی اطلاع کو صحیح نہ سمجھا جائے۔ لہذا ہمیں یقین ہے کہ مجلس بلدیہ کا اجلاس منعقد ہوا اور گداگری کا کامل انسداد کر دیا گیا۔ اگر اس کے باوجود شہر میں گداگر نظر آئیں تو اس کو خبر رساں ایجنسیوں کا قصور سمجھنا چاہئے۔

ہندوستان کی غذائی صورت حال

حکومت کی غیر معین پالیسی

محکمہ اغذیہ سے وائسرائے کی کونسل کے رکن سیول وفاعی سر جوالا پرشاد سریواستوا کی تحویل میں دیا جانا حکومت کی غیر معین پالیسی کا ایک مزید ثبوت ہے۔ سر عزیز الحق اس حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے کہ وہ ذخیرہ کشی عوام کے حامی ہیں۔ محکمہ اغذیہ کو ان سے علٰحدہ کرنے سے قبل وہ بہت سے عوام کو ذخیرہ اندوزوں کے چنگل سے بچانے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ سر عزیز الحق کے عوام کی اطلاع نے مخالفت سماج عناصر (سرمایہ داروں) کے اعصاب میں لرزہ پیدا کر دیا تھا۔ ہمیں خبر نہیں کہ ارباب مقتدر نے کیوں یہ تبدیلی مناسب سمجھی بہرحال ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غذائی صورت حال سے متعلق حکومت ہند کوئی صاف واضح اور سوچی ہوئی پالیسی نہیں رکھتی۔ سر جوالا پرشاد سریواستوا مفادات حاصلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ محکمہ اغذیہ کو ان کی تحویل میں دینے کی تعبیر بعض حلقے اس طرح کریں گے کہ یہ مفادات حاصلہ (سرمایہ داروں) کے ساتھ ایک رعایت ہے اور صارفین کے مفاد کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ہم یہ باور نہیں کر سکتے کہ حکومت ہند دانستہ طور پر مفادات حاصلہ (سرمایہ داروں) کو اس غرض سے مدد دینے سے دلچسپی رکھتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے جائیں لہٰذا دوسرا نتیجہ یہ اخذ ہو سکتا ہے کہ ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کے انسداد کے لئے حکومت ہند کوئی قطعی پالیسی نہیں رکھتی۔

ایک شبہ

شخصی طور پر سر جوالا پرشاد سریواستوا عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ مہاتما گاندھی کے فاقے کے وقت انھوں نے جو قابل ستائش جرأت کا اظہار کیا ہے اس سے یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ وہ ذخیرہ کرنے والوں اور نفع اندوزوں کے مقابلہ کے لئے کمربستہ ہو جائیں گے۔

وہ شبہ یہ ہے کہ اگر سر جوالا پرشاد جیسا کاروباری طبقہ کا نمائندہ کامیاب ہو سکتا ہے تو سر عزیز الحق جیسے صارفین کے نمائندے کی نسبت کیوں خیال کیا گیا کہ وہ کامیاب نہ ہوگا۔ اب دیکھنا ہے کہ اغذیہ کا جدید محکمہ سرمایہ داروں کے مفاد سے کس طرح بلند تر ہو سکتا ہے۔

انتشار۔ موجودہ غذائی صورت حال کے لئے سر جوالا پرشاد میں ایسی ذہنی صلاحیتیں ہیں جن سے وہ وائسرائے کی کونسل کی رکنیت قبول کرنے کے بعد فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ جو ذہنی صلاحیتیں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کی جاتی ہیں وہ عوام کے دل میں اپنا گھر پیدا کر لیتی ہیں۔ لیکن جن حالات میں محکمہ اغذیہ ان کے سپرد کیا گیا ہے ان کو ایک سخت آزمائش سے دوچار کر دیا ہے ——— ایسی آزمائش جس سے انہیں کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ ہم کسی شخص کی کارگزاری کو دیکھنے سے پہلے اس پر تنقید کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ پھر بھی ہمارے دل میں ایک شبہ پیدا ہو رہا ہے۔ اور کسی خاص فرد یا جماعت کو ذمہ دار قرار دینا ناانصافی ہے گو ارکان حکومت اس ناکامی کے بعد مشکل ہی ذہنی صلاحیتوں کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ذمہ داری اس نظام پر عائد ہوتی ہے جس کے تحت ان لوگوں کو عہدوں کے لئے موزوں سمجھا جاتا ہے جو بلحاظ رواج سر اور قصور کئے جاتے ہیں۔ یہ ایسا نظام ہے جس میں عوام کے وجود ہی کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور مفادات حاصلہ کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہ ایک بے جان مشین ہے جس میں حکومت کے مسلہ دشمن کا پانچواں کالم کار فرما ہے۔ یہی مشین حکومت کی کسی ایسی پالیسی کو روبہ عمل لانے کا ذریعہ نہیں بن سکتی جو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اختیار کی جائے۔ ان اسقام کے علاوہ یہ مشین عوام کی نظروں میں حکومت کے وقار کو گرا رہی ہے۔ یہ ایک انتشار کی حالت ہے۔

(انڈی پینڈنٹ انڈیا)

خواتین کا جلسۂ عام

زیر اہتمام

انجمن انسداد قلت گرانی اجناس

بتاریخ ۲۴ مہر ۱۳۵۲ف مطابق ۲۱ اگست ۱۹۴۳ء روز شنبہ بوقت ۴ بجے ساعت شام

بغرض فراہمی اغذیہ محتاج برائے غرباء

حیدرآبادی خواتین کا ایک جلسۂ عام

بمقام لیڈی حیدری کلب پبلک گارڈن باغ

عالیجنابہ شہزادی نیلوفر صاحبہ بیگم صاحبہ منعقد ہوگا

اس جلسہ کا افتتاح حضور ہر ہائنس شہزادی صاحبہ ارشاد فرمائیں گی۔

امید کہ خواتین زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر جلسہ کو کامیاب بنائیں گی

نوٹ: پردہ کا معقول انتظام ہے

داعیہ
پدمجا نائیڈو

مسئلہ ہند کے حل کا طریقہ

مسٹر راجگوپالاچاری کے خیالات

مدراس ۲۲ اگست ہندوستانی مسئلہ کے تصفیہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہندوستانی قومی کانگریس سے وہیں سے گفت و شنید شروع کی جائے جہاں سے کہ وہ منقطع ہوئی تھی:

یہ الفاظ مسٹر سی راجگوپالاچاری نے یونائیٹیڈ پریس کے نمائندے سے ایک خصوصی ملاقات کے دوران میں کہے۔

آگے چل کر مسٹر راجگوپالاچاری نے کہا:- جن تحقیقات پر گفتگو ناکام رہی وہ مستقبل کی تاریکی میں مستور نہیں ہیں بلکہ زمانہ اور واقعات نے ان کو دن کی روشنی میں پیش کر دیا ہے اور اب ان کو آسانی اور اطمینان بخش طور سے طے کیا جا سکتا ہے۔ صدر کانگریس اور پنڈت جواہر لال نہرو سے سر اسٹافورڈ کرپس پھر ملاقات کریں۔ سر اسٹافورڈ کرپس کے سوا کوئی دوسرا شخص اس کے کام کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا ماضی کو دفنا دیجئے۔ الزامات اور طعن و تشنیع کو پروگرام سے خارج کر دیجئے۔ ایک عظیم کوشش کی جانی چاہئے جیسی کہ اپریل ۱۹۴۲ء کو کی گئی تھی جب کہ برطانوی وزیر دہلی سے اٹھ کر گئے تھے اور اب جس کی یاد بھیانک خوابوں کی صورت میں باقی رہ گئی ہے۔ یہ مغرب میں محوری شکست کا ایک بہترین انجام اور مشرقی مہم کا بہترین آغاز ہوگا۔ یہ فراست و دوستی کا ایک عظیم شاہکار اور برائی سے منافع خیز لیکن کسی قدر سستی قیمت آزادی

نیا زمانہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

تحریکات کے انسداد کی اگر کوئی آسان سے آسان بھی صورت ہو سکتی ہے تو وہ یہ کہ ہم بھی حضرت خسرو دکن و ہر اعلیٰ حضرت مملکت کے ساتھ جو جذبات وفاشعاری رکھتے ہیں انہیں پہلے سے بھی زیادہ ترقی دیں اور اسے ایک پتھر کی چٹان کی مانند بنا کر کوئی چیز بھی اسے اپنی جگہ سے ٹال نہ سکے۔

دوسرا مسئلہ جو جنگ کے بعد غالباً سامنے آئے گا وہ اس کے سیاسی ڈھانچے کا ہے اس سلسلے میں بھی بلکہ تمہید کے بغیر پوری تنظیم ناممکن ہو گی۔ جو لوگ یہاں کے سیاسی ڈھانچے میں اصلاح چاہتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جو یہاں کی حکومت کو عوامی طرز پر لانا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ جو در پردہ خود اپنے طبقے یا اپنی نسل یا اپنی بولی والوں کے مفاد کے خواہاں ہیں اور جو سیاسی اصلاح کے نام سے طبقہ واری مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر ملک میں جو بھی سیاسی ارتقا ہوتا ہے وہ اس ملک کے حالات کے مطابق ہوتا ہے یہ کہنا کہ ہم عوامی طرز کی حکومت چاہتے ہیں اس کا اظہار کرتا ہے کہ کہنے والا اس سے لاعلم ہے کہ کوئی طرز حکومت ایسی نہیں جسے نمونہ کی عوامی حکومت کہا جا سکے۔ انگلستان کی پارلیمنٹ اگر کابینہ کی کسی اہم تجویز کو رد کر دے تو کابینہ یا تو پارلیمنٹ کو برخاست کرنے کی کارروائی کرے گی ورنہ خود مستعفی ہو جائے گی۔ امریکہ میں ایک نہیں کئی اہم ترین کارروائیوں کو وہاں کی کانگریس مسترد کر دے تو صدر جمہوریہ تو درکنار یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ایک وزیر بھی استعفا دیدے۔ ہندوستان میں ہر وزیر انفرادی کاروباری حیثیت سے ایوان کے سامنے جوابدہ ہے لیکن جوابدہی کے وہاں یہ معنی نہیں لئے جاتے کہ بغیر قرارداد ملامت کے وہ مستعفی ہونے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور یہی قرارداد ملامت ان کا کبھی مسئلہ ہی پیش نہیں ہوتا چنانچہ ہندوستان میں بعض مرتبہ ایک ایک شخص بارہ بارہ پندرہ پندرہ سال تک وزیر رہتا ہے غرض کوئی ایسی عوامی طرز حکومت نہیں جسے حیدرآباد یا کسی ملک کے لئے بھی نمونہ قرار دیا جا سکے۔ یہاں کا سیاسی ڈھانچہ اس وقت تک ہرگز پائیدار نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہاں کی روایات کا پرتو نہ رکھا جائے۔ برطانوی ہند میں جو بھی افراتفری ہے وہ بہت سوں کے نزدیک اس لئے ہے کہ وہاں ضرورت سے بہت زیادہ برطانیہ کی نقل اتاری گئی ہے اور ہندی احوال کو نظرانداز کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارے سیاسی مصلح بھی اپنے مطلعیت کے زعم میں بھی غلطی یہاں کر بیٹھیں کہ یہاں کی سیاسی اور معاشرتی روایات کو نظرانداز کر دیں۔ اگر ایسا ہوا تو جو بھی نیا دستور بنایا جائے گا اس سے ملک کو کبھی بھی تسکین نہ ہو گی ہماری تاریخی روایات میں نسلی یا لسانی اعتبارات کا پتہ نہیں بلکہ ہمارے طبقے ملی کیفیات سے بنے ہوئے ہیں۔ جاگیردار ساہوکار کاشتکار شہری دیہاتی اور ہندوؤں میں اونچی ذات والے اور نیچی ذات والے ایسے طبقوں پر ہماری آبادی کی تقسیم ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اور جو بھی اصلاحات ہوں انہیں اس تقسیم کو پیش نظر رکھنا پڑے گا اگر ہم بعض نقالی کریں اور انگریزی کی تدوین کو جس کا ارتقا خود انگلستان کی کیفیات اور ضروریات کے پیش نظر ہوا ہے من و عن نقل کرنا شروع کر دیں تو کمخواب میں کمبادی کا اور کمبادی میں کمخواب کا پیوند لگانے کے مصداق ہو گا اور کسی سے پوچھئے تو وہ کہے گا کہ یہ پیوند ہرگز دیرپا نہ ہو گا۔ رہا ہندو مسلمانوں کی نیابت کا مسئلہ اگر دونوں نے یہ طے کر لیا کہ یہ ملک ان کا مشترکہ ملک ہے اور دونوں نے بادشاہ دکن سے اپنے آپ کو بلا کسی ذہنی تحفظ کے وابستہ کر دیا پھر اقلیت اور اکثریت کا مسئلہ ہی باقی نہ رہے گا اور میری ناچیز رائے میں دونوں مل کر یہ طے کر سکیں گے کہ نیابت کی کیا کیفیت ہو۔ اس وقت جو فرق اس بارے میں دونوں کے نقطہ نظر میں ظاہر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا مطمح نظر مساوی نہیں۔

سیاسی ڈھانچے کے ساتھ سیاسی تفرد کا بھی مسئلہ ہے۔ جنگ کے بعد یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں بڑے بڑے سیاسی تغیرات ہونے لابد اور لازم ہیں اور گو یہ پیشین گوئی ممکن نہیں کہ ہندوستان کی معین اور قطعی سیاسی حیثیت کیا ہو گی لیکن یہ یقین ہے کہ جو سیاسی حیثیت اس وقت ہے اس سے بدرجہا بہتر حیثیت ہو گی۔ اس نئے ہند میں خواہ وہ پاکستان اور ہندوستان پر مشتمل ہو یا کسی طرح کا وفاقیہ ہو حیدرآباد کو اپنی سیاسی حیثیت کا تعین کرنا پڑے گا۔ مانا کہ یہ ممکن ہے کہ حیدرآباد ہندوستانی سیاسی دنیا سے الگ تھلگ رہے لیکن جب سے حیدرآباد بنا ہے اس وقت سے اس نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ساتھ ہونے کے ساتھ وہ الگ اور الگ ہونے کے ساتھ وہ ساتھ دے سکتا ہے اور جنگ کے اختتام پر بھی یہ اپنی تاریخ کو دہرائے گا۔ اس کی حیثیت ہمیشہ جداگانہ رہی ہے اور بطور حاجب کے یہ حیثیت ہمیشہ رہنی چاہئے۔

جنگ کے بعد مسئلہ جات میں شاید سب سے اہم مسئلہ جس سے ہمیں دوچار ہونا پڑے گا معاشی مسئلہ ہے۔ یوں تو ہر ایک جنگ ملک کے معاشی نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے لیکن ہمارے ملک میں زمانہ وسطیٰ میں جو جنگیں لڑی جایا کرتی تھیں ان کا عوام الناس پر بہت کم اثر پڑتا تھا لڑنے والے لڑتے تھے لیکن ملک کے کاشتکار و صناع اپنا کام کرتے رہتے تھے۔ ملک میں اناج اور اشیاء کی فراوانی رہتی تھی جنگ ختم ہو جاتی تو اس کے سیاسی نتائج کیسے ہی انقلاب آمیز کیوں نہ ہوں معاشی نظام میں بہت کم فرق پڑتا تھا لیکن اس جنگ سے تو دنیا منقلب ہو گئی ہے۔ جہاں نئے کی کاشت پر کروڑوں خرچ ہوئے وہاں بعض مرتبہ شکر شکل سے دیکھنے کو میسر آتی ہے جو ملک خود اپنے لئے ہی نہیں بلکہ دوسروں کے لئے اناج پیدا کرتا تھا وہاں غریب آدمی کی جوار کا دانہ رہ گیا ہے جو جاگیردار اور ملکیتی کے گیہوں کا تھا جہاں انسانوں کو کھانا کپڑا اور جانور کو دانہ تیار میسر آتا وہ دوبھر ہو گیا ہے اور دنیا روز بروز تنگ سے تنگ ہوتی جا رہی ہے جو امیر تھے ان کی آمدنی کی قدر ایک تہائی سے زیادہ نہیں رہی جو غریب تھے وہ مفلس و قلاش ہو گئے لیکن اس کے برعکس بہت سے ایسے ہیں جنہیں اس کے زمانہ میں جو آمدنی تھی اس سے ان کی آمدنی تین چار گنا ہے۔ یہ لوگ بیشتر ساہوکار بڑے بڑے تاجر اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور چشم زدن میں کیا کا کچھ بن گئے۔ جنگ کے بعد معاشی کیفیات میں شاید جو سب سے اہم ہو گی وہ کاغذی روپیہ کی فراوانی ہے اس ادعا میں بہت کچھ حقیقت ہے کہ آج کل اشیاء کی بیحد گرانی کی بہت بڑی ذمہ داری کاغذی سکہ کی ... زر کی بہتات ہے۔ بلاشبہ اس کا باعث نقدی زر کی ذخیرہ بندی ہے جو بعض حریص سرمایہ داروں نے کی ہے۔ لیکن حکومت پر یہ الزام عائد کیا جا سکتا ہے کہ پہلے ہی ان سے چاندی کو واپس لے کر محدود مقدار میں کاغذی روپیہ چلایا جا سکتی تھی۔ اور چاندی کو محفوظ رکھ کر جنگ کے بعد جب حالات کی قیمت گر جاتی تو بازار میں واپس کر سکتی تھی۔ لیکن اس نے دوراندیشی نہ کی۔ اور نتیجہ وہ ہوا جو اس وقت نظر آ رہا ہے یعنی اشیاء احتیاج کی قیمت سو فیصد سے پانچسو فیصد تک بڑھ گئی۔ اگر ہمیں تباہی سے بچنا ہے تو جنگ کے بعد کی حالتی کیفیت کے لئے ابھی سے تیار ہونا چاہئے۔ کاغذی زر کو روز بروز محدود کرنا چاہئے۔ ذخیرہ بندی پر سخت ترین مثالی سزائیں مقرر کرنی چاہئیں۔ اور نقروی روپیہ یا چاندی کا ذخیرہ سرکاری مال میں جمع رہنا چاہئے۔ تاکہ ہم آئندہ انقلابی دور کا مردانہ وار مقابلہ کر سکیں۔ ہمارے سیاسی کیفیات کچھ بھی ہوں اس میں شبہ نہیں شخصیت کے ساتھ ساتھ اشتراکی عناصر بھی ملحوظ رکھنے پڑیں گے۔ اور روز مرہ حکومتی کاروبار پہلے سے بھی زیادہ وسیع ہوتا جائے گا۔ اس لئے بطور خاص حکومت کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ اوسط آدمی کی آمدنی اور خرچ میں توازن ہے یا نہیں اور ہر شخص کے معیار زندگی کے بموجب اسے اس کے احتیاجات کے مطابق روپیہ مل رہا ہے یا نہیں۔

اہم مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ ایسا باقی ہے جس سے ہمیں غالباً دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ تعلیمی مسئلہ ہے اور اسی ملک میں تعلیمی مسائل بنیادی ہیں۔ جنگ کے بعد تعلیم کو عام کرنے کی تحریک یقیناً زور پکڑے گی اور ہمیں اسے خوش آمدید کہنا چاہئے بلکہ ہمیں جو مشکلات کے بغیر تعلیم کو عام کر دینا چاہئے۔ بلاشبہ اس کی بجا آوری کے لئے روپیہ درکار ہو گا۔ لیکن صرف روپیہ ہی نہیں کرنا چاہئے پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعلیم کیسی ہو۔

ہمارے بچے اور نوجوان جو اس وقت تعلیم پاتے ہیں یا ان میں سے اکثر ملک کے لئے مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اور اپنے والدین اور ملک پر بار بن جاتے ہیں۔ یہ کہنا پرانی بات دہرانا ہے کہ ہمارے بچوں کو شروع ہی سے کسی قسم کے پیشے کی دستکاری کی طرف میلان پیدا کرنا چاہئے اور اس کی طرف عملی اقدام کرنا چاہئے۔ ہر لڑکے پر کوئی ہنر اور ہر لڑکی پر خانہ داری کی تعلیم ابتدا ہی سے لازم کی جائے اور اس کی طرف کتابی علوم سے زیادہ زور دیا جائے۔ میرا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ بجائے ہفتہ میں دو یا تین گھنٹے کے اگر ہر روز دو گھنٹے کسی ہنر کی تعلیم دی جائے تو ملک کے لئے بدرجہا زیادہ سود مند ہو۔ اس کے لئے وقت "عش" اور "بیات" کو کم کر کے نکالا جاسکتا ہے۔ جو ہم نے بہت پڑھیں لیکن ہمارے زیادہ کام نہ آئیں۔ اس کے علاوہ اس کی بیحد ضرورت ہے کہ ہر بچے کو عوض اصولی معاملات اور اخلاق کا سبق دیا جائے۔ خواہ وہ مذہب کی آڑ میں ہو یا مجرد۔ غالباً بہت سے مکان یہ مشکل گوارا کر لیں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آج کل ایک انسان دوسرے انسان کے حقوق کا پیاسا جو بنا ہوا ہے اور جانی جانی کے جان کے درپے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تہذیبوں کو اٹھا دیا گیا ہے جو انسانیت کی جان ہیں۔ ہم گھروں میں مدارس میں جامعات میں ہر جگہ نظم و ضبط کی مالا جپتے ہیں۔ لیکن خود کسی اخلاقی ڈسپلن میں رہنا گوارا نہیں کرتے۔ اور اسے موقع بے موقع توڑ کر اتراتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں کسی بیرونی طاقت کے پابند نہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے جس پر حاشیہ آرائی بیکار ہے۔ اگر ہمارے ملک کو جنگ کے بعد کی افراتفری کا مقابلہ کرنا ہے تو ہمیں اپنی کھوئی ہوئی طاقت جو صرف اخلاقی ڈسپلن سے حاصل ہوتی ہے دوبارہ حاصل کرنا چاہئے۔ اور یہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ہم باہمی تعلقات معاملات اور اپنے اطوار میں ایک خاص نظم کے از سر نو عادی ہو جائیں۔ اس سے آزادی حاصل ہوگی اور اسی سے ہم مصائب کا مقابلہ کرنے کے اہل ہو جائیں گے۔

ممالک محروسہ میں میووں اور ترکاریوں کی کاشت میں اضافہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۴))

اور خانگی باغات میں ملازم ہو گئے ہیں۔

تجربات و تحقیقات

ممالک محروسہ میں وسیع پیمانے پر آلو کی کاشت کرنے کے امکانات دریافت کرنے کی غرض سے ایک تجرباتی مرکز قائم کیا گیا ہے۔ اگرچہ ممالک محروسہ میں آلو کی کاشت کے لئے کافی سہولتیں موجود ہیں تاہم مجموعی ضروریات کی نصف سے زیادہ مقدار درآمد کی جاتی ہے جس کی مالیت کا تخمینہ تین لاکھ روپے سالانہ ہے۔

بعض اقسام کے متعلق ابتدائی تجربے شروع کئے جاچکے ہیں اور پیداوار کے اعتبار سے سب سے بہتر قسم نینی تال ثابت ہوتی ہے۔ اس کے بعد دارجیلنگ بہترین قسم ہے۔ تخم کے لئے استعمال کی غرض سے آلو محفوظ رکھنے کا ایک تجربہ بھی کامیاب ثابت ہوا ہے۔

میووں کے بارے میں ضروری دریافت کی اسکیم

یہ اسکیم مرکزی مجلس تحقیقات زرعی نے ۱۹۴۳ء میں منظور کی تھی۔ اور اپریل ۱۹۴۴ء سے اس کا نفاذ ہوا۔ سنگاریڈی کے باغ میں پپیتا پھل کے متعلق اور اورنگ آباد کے تجرباتی مرکز میں انگور کے متعلق ضروری تجربات کئے جارہے ہیں۔

گزشتہ سال مختلف صوبوں سے پپیتا پھل کی بیس قسمیں منگوائی گئی تھیں اور ممالک محروسہ میں پودوں کی مختلف پرورش گاہوں سے بھی دس قسمیں حاصل کی گئیں۔ اس سال مزید تجربے کے لئے ان کی مختلف قلمیں لی جارہی ہیں۔ پپیتا پھل کے متعلق جو تجربے کئے جارہے ہیں ان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ فاضل پیداوار سے مناسب کام لیا جائے اور بغیر بیج کا پھل حاصل کیا جائے۔

جہاں تک کہ انگور سے متعلق تجربوں کا تعلق ہے ہندوستان کے مختلف حصوں سے (۱۱۶) اقسام کی بیلیں فراہم کر کے تجرباتی اور مشاہداتی مرغزاروں میں ان کی کاشت کی گئی اور دکن کے موسمی اور ارضی حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ اور مقامی اقسام سے مقابلہ کیا جارہا ہے۔

تفصیلات کی فراہمی

بہترین اقسام کے تخم اور پودے فراہم کرنے کے لئے میووں کی موجودہ اقسام کے متعلق وسیع اور تفصیلی دریافت ضروری ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے تحت ماہرین باغبانی حیدرآباد میں کاشت کئے جانے والے میوہ کی آموں کے متعلق باقاعدہ دریافت میں مصروف ہیں۔ یہ کام بخوبی جاری ہے اور توقع ہے کہ موسم ختم ہونے سے قبل تقریباً (۱۰۰) اقسام کے بارے میں مکمل دریافت ہو جائے گی۔ صرف حیدرآباد اور مضافات میں پچیس آموں کی ... سے زیادہ عمدہ قسمیں موجود ہیں جو زیادہ تر خوش حال لوگوں کی ملک ہیں اور عام طور پر بازار میں نہیں ملتیں۔

سکندرآباد میں جو ... ہیں ... اس کے لئے آلو پیدا کرنے کا کام حال ہی میں سررشتہ زراعت کے تفویض کیا گیا ہے۔ چنانچہ حیدرآباد، بیدر اور نظام آباد میں تقریباً (۵۰۰) ایکڑ اراضی پر آلو کی کاشت کرنے کی ایک اسکیم منظوری کے لئے پیش کی گئی ہے۔

اشتہار بجریہ محکمہ عدالت نظامت دیوانی ضلع محمدآباد بیدر

واقع ۱۱ مہر [illegible]

نمبر مقدمہ ۵۴/۱۳۵۶ف ابتدائی دیوانی

باجلاس صاحبزادہ میر محمد علی خان ناظم عدالت ضلع

مسرتا مدعی بنام مہادو وغیرہ مدعا علیہا

دعوے

طلب زوجہ

بنام مہادو عرف لکشمی بائی زوجہ مسرتا قوم لنگایت عمر ۲۵ سال پیشہ خانہ داری ساکن حال موضع تیرتھ ... تعلقہ احمدپور ضلع محمدآباد بیدر شریف۔

(۲) سداشیو ولد باپو راؤ قوم لنگایت عمر ۳۰ سال پیشہ زراعت ساکن مصدر۔

بمقدمہ مندرجہ عنوان واضح ہو کہ مسرتا ولد ... ساکن موضع ... حال ساکن موضع ... تعلقہ اوسہ ضلع عادل آباد نے عدالت ہذا میں تمہارے نام ایک مقدمہ طلب زوجہ دائر کیا ہے بغرض جوابدہی تمہارے نام سمن اجرا ہوئی سمن کی تعمیل تمہارے مکان پر ہوئی ہے لیکن تم حاضر عدالت ہو کر مقدمہ کی جوابدہی نہیں کئے لہٰذا تم کو ذریعہ ہذا حکم دیا جاتا ہے کہ بتاریخ پیشی ۱۹ آبان ۱۳۵۶ف روز شنبہ وقت ۱۰ بجے اصالتاً یا وکالتاً یا مختار تا عدالت ہذا میں حاضر ہو کر مقدمہ کی جوابدہی کرو اگر بروز مذکور حاضر ہو کر مقدمہ کی جوابدہی اور پیروی نہ کریں گے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہو گا۔

دستخط	مہر دستخط
صیغہ دار	منتظم عدالت

کیوبک کی کانفرنس ختم ہو گئی

روزویلٹ اور چرچل کا مشترکہ بیان

کیوبک ۲۵ اگسٹ۔ کیوبک میں اتحادی کانفرنس کل ختم ہو گئی۔ مسٹر روزویلٹ اور مسٹر چرچل کے دستخطوں سے ایک مختصر سا بیان شائع ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے۔ حال کے بہت سے مسرت آمیز فتوحات کی روشنی میں دنیا کے مختلف حصوں کے تمام حالات کا جائزہ لیا گیا دونوں قوموں کے سمندری اور ہوائی بیڑوں اور خشکی کی فوجوں کی حملہ آور کارروائیوں کے متعلق فیصلے کر لئے گئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ فوجیں کرہ ارض کے مختلف منطقوں میں دشمن کے خلاف مسلسل کارروائیوں میں ملی جلی رہتی ہیں یہ لازمی بات ہے کہ جنگ کی اعلیٰ کمان میں اغراض و مقصد اور طریق کار میں مکمل اتحاد و اتفاق ہونا چاہئے جو فیصلے بیان کئے گئے ہیں وہ صرف عمل کی شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں لیکن یہ بتایا جا سکتا ہے کہ جنگی عملوں کے افسران اعلیٰ (چیفس آف اسٹاف) کے درمیان فوجی مباحث میں جاپان کے خلاف جنگ کرنے اور چین کو موثر امداد پہنچانے کے مسئلے بہت بڑی حد تک پیش پیش رہے ہیں۔

اس بیان میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ آئندہ ایسی کانفرنسیں شاید اس سے کم وقفوں سے کی جائیں پایا ہے کہ برطانوی امریکی افسروں کے درمیان ایک اور کانفرنس سال کے ختم ہونے سے پہلے منعقد کی جائے۔ مباحث کی پوری خبریں جہاں تک کہ ان کا تعلق جرمنی اور اٹلی کے خلاف جنگی کارروائیوں سے ہے سوویٹ حکومت کو پہنچا دی جائیں گی اور توقع ہے کہ روسی حکومت کے ساتھ تینوں حکومتوں کی ایک کانفرنس کا بندوبست کیا جا سکے گا۔

فرانسیسی قومی نجات کی کمیٹی کے ساتھ اتحادی حکومتوں کے تعلقات کا مسئلہ بھی زیر غور آیا اور سمجھا جا رہا ہے کہ اس ہفتے کے ختم ہونے سے پہلے اس مسئلے کے متعلق کئی حکومتوں کے اعلانات شائع کر دئے جائیں گے۔

برطانی اخبار کا تبصرہ

کیوبک کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ٹائمس لکھتا ہے۔ اس بات کو پوری طرح محسوس کیا جا رہا ہے کہ سلطنت برطانیہ کے فرض اور مفاد کا تقاضہ ہے کہ جنگ پوری سے اور اس مقصد کے ساتھ لڑی جائے کہ جرمنی کو جلد سے جلد شکست دی جا سکے۔ برطانیہ کی رائے عامہ اس ذمہ داری کو بھی بہت زیادہ محسوس کرتی ہے کہ چین کو جلد سے جلد امداد پہنچائی جائے۔ تنی میں فکر ہے اس بات کی بھی ہے کہ جاپان کی طرف سے جو خطرہ لاحق ہے اسے جلد سے جلد ختم کر دیا جائے۔

گفتگو کا خاکہ

مسٹر چرچل اور مسٹر روزویلٹ نے شروع میں جو خاکہ بیان کیا تھا اسے ایک دوسرے بیان کے ذریعہ جو چند گھنٹے بعد شائع کیا گیا اور زیادہ موثر بنا دیا گیا ہے اس میں اس گفتگو کے سیاسی پہلو کے متعلق مزید معلومات دیدی گئی ہیں اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کانفرنس میں یورپ کے ان علاقوں کے بندوبست کے اصول مرتب کئے گئے جو دشمن سے آزاد کرائے جائیں گے۔ کانفرنس نے بہت کافی وقت صرف کیا ہے جلاوطن حکومتوں کے ساتھ سیاسی گفت وشنید ابھی جاری ہے اور اسی لئے اس بیان میں ان فیصلوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا ہے لیکن اس میں یہ ضرور کہا گیا ہے کہ سسلی اور افریقہ میں سابقہ مقبوضات میں جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے وہ ان علاقوں میں نہیں استعمال کیا جائے گا جو اتحاد کے دوست ہیں اس بیان میں ان ملکوں کے درمیان جن میں جلاوطن حکومتیں قائم ہیں۔ اور جن میں ایسی حکومت نہیں قائم ہیں۔ فرق کیا گیا ہے۔

۳۳۔ ماہین کثیر ارسالات عملت عمل میں لانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

سررشتہ سکہ قرطاس سرکار عالی کو سرکار عظمت مدار کے کفالات تامیات سے (۳۰،۹۶،۱۵) لاکھ کی آمدنی ہوئی جس کے مقابلہ میں مصارف کی مقدار (۱،۰۰،۰۴۹) روپیہ رہی۔

مولوی طالب علی خان صاحب بحیثیت ناظم سررشتہ سکہ قرطاس و دیگر عہدہ داران سررشتہ قرطاس نے سررشتہ کا کام جس طریقہ سے انجام دیا ہے اس کی نسبت سرکار عالی اظہار خوشنودی فرماتی ہے۔ بقلم

سررشتہ سکہ قرطاس کی رپورٹ پر سرکار عالی کی تنقید

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

چاندی کی قیمت میں غیر معمولی اضافہ ہو جانے نیز سرکار عالی کے قدیم روپیہ کو جس میں چاندی کی مقدار زیادہ ہے عام طور پر بیچ ڈالنے اور ان کی برآمد کئے جانے کی وجہ سے ان کی کثیر مقدار چلن سے غائب ہو گئی اور دار الضرب سرکار عالی کی مشغولی محدود ہونے کی وجہ سے ان کے معاوضہ میں جدید روپے تنگسک کے جاری مقدار میں سربراہ نہیں کئے جا سکے اس لئے کم قیمت والے نوٹوں کی سربراہی کے مطالبات میں اضافہ ہو گیا۔ ان مطالبات کی پابجائی کے لئے سرکار عالی کی جانب سے عارضی طور پر ایک روپیہ والے نوٹوں کی طباعت دار الطبع سرکار عالی میں انتظام کیا گیا۔ اور حیدرآباد کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے جبکہ کرنسی نوٹوں کی طباعت مقامی طور پر عمل میں لائی گئی اور یہ امر نہایت اطمینان بخش ہے کہ باوجود اس دشوار صورت حالی کے جو سرکار عظمت مدار میں سکہ قرطاس میں اضافہ ہونے اور اشیاء کی قیمتیں غیر معمولی طور پر بڑھ جانے سے پیدا ہو گئی ہے۔ سرکار عالی کے سکہ قرطاس کی خام ترقی میں سال زیر تنقید صرف ۲۲ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔

جہاں تک مجریہ نوٹوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے پانچ روپیہ والے نوٹ سب سے کم اور دس روپیہ سب سے زیادہ مقبول ثابت ہوئے ہیں۔ جملہ مجریہ نوٹوں کی تعداد میں موخر الذکر کی تعداد تقریباً ۱۰۰ فیصد ہے۔ اس کے بعد سو روپیہ والے نوٹوں کا درجہ ہے جن کی تعداد ۱۹ فیصد رہی۔ پانچ روپے والے اجرا شدہ نوٹوں کی مجموعی تعداد سنہ ۱۳۵۰ف میں ۲۲،۰۰۱ تھی۔ اس کے مقابلہ میں سنہ ۱۳۵۱ف میں یہ تعداد ۱۰۰،۰۰۰ ہو گئی۔ ہزار روپیہ والے نوٹ زیادہ تر سرکاری اور بنکوں کے ۱۲

انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کی قرارداد

مجلس عاملہ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کا جلسہ بتاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کو شام کے ۶ بجے ریڈیو ہاسٹل میں مسز پدماجا نائڈو صاحبہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔

حسب ذیل حضرات شریک اجلاس ہوئے۔

۱۔ راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی صاحب۔ نواب میر اکبر علی خان صاحب بار ایٹ لا۔ جی۔ ایم۔ خان صاحب۔ راجہ کرشن داس صاحب۔ نواب ولی داد خان صاحب مسند وزی۔ راجہ نرسنگ داس صاحب جاگیردار۔ جناب گنپت راؤ صاحب دیشپانڈے۔ ڈاکٹر لطیف سعید صاحب۔ جی۔ آر۔ جاگیردار۔ جناب وینکٹ رنگا ریڈی صاحب۔ قاضی عبدالغفار صاحب۔ میر حسن الدین صاحب۔ شام سندر صاحب کامریڈ۔ سید حاتم صاحب۔ سید محمد علی صاحب موسوی۔ سر گیوراس لاہوتی۔ مولوی یاسین زبیری صاحب و پنڈت سری دھر ناگ صاحب بار ایٹ لا ناگزیر مصروفیات کی بنا پر شریک اجلاس نہیں ہو سکے۔

حلقہ واری مجالس کی رپورٹ پڑھی جانے کے بعد حلقہ (دوم اندرون) حلقہ اب (حلقہ اول بیرون) کے نئے ارکان کو نامزد کیا جا کر مجلس کی شاخیں قائم کرنے کی منظوری دی گئی۔

نیز طے پایا کہ فی الحال انجمن کی جانب سے ارزان جوار کی دو دکانیں حسب ذیل مقامات پر اندرون ایک ہفتہ قائم کر دی جائیں جہاں حلقہ واری مجالس کے عطا کردہ کوپن سے فی روپیہ ایک سیر سستی جوار غرباء کو فروخت کی جائیں گی۔

۱۔ محلہ پورہ نزد دفتر محکمہ (اول اندرون و اول بیرون)

۲۔ سلطان شاہی پاس دروازہ (دوم بیرون دوم اندرون)

دوکانات کے قیام اور تنظیمی امور کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی۔ اس سلسلہ میں نواب ولی داد خان صاحب مسند وزی جاگیردار کو خازن و محاسب منتخب کیا گیا۔

مجلس نے انتہائے احتیاج و ضروریات زندگی کی ہولناک گرانی پر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ نیز انگریزی ادویات کی بڑھتی قیمتوں پر مجلس عاملہ بااتفاق آراء حسب ذیل قرارداد منظور کی۔ اس قرارداد کے محرک ڈاکٹر لطیف سعید صاحب و موید قاضی عبدالغفار صاحب مدیر پیام تھے۔

قرارداد

انجمن ہذا کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حیدرآباد میں عام طور پر تمام انگریزی ادویات اور خصوصاً پیٹنٹ ادویہ کی قیمتیں اس قدر زیادہ بڑھ گئی ہیں کہ مقامی ڈاکٹر محسوس کر رہے ہیں کہ وہ اب صرف اپنے مریضوں کی تکالیف کو رفع کرنے سے قاصر ہیں بلکہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ ادویہ کی ناقابل برداشت گرانی کی وجہ سے مریضوں کی جان کا بچانا بھی ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ صورت حال کسی متمدن ملک کے قابل فخر نہیں ہو سکتی۔ انجمن ہذا کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوا ہے کہ ان ادویہ کی قیمتیں بعض ذمہ دار تاجروں نے بھی اتنی زیادہ بڑھا دی ہیں کہ اس اضافہ کو محض نفع خوری نہیں بلکہ شرمناک لوٹ کہا جا سکتا ہے۔

یہ امر انجمن کی نظر میں بہت افسوسناک ہے کہ باوجود ان حالات کے ابھی تک حکومت سرکار عالی نے ادویہ کی قیمتوں پر کسی قسم کی نگرانی قائم کرنے کے مسئلہ پر توجہ نہیں فرمائی۔ اور انجمن محسوس کرتی ہے کہ اس معاملہ میں اب فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ اخباری اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے برطانوی ہند کی مرکزی حکومت عنقریب ادویہ کی قیمتوں پر نگرانی قائم کرنے والی ہے۔ اس لئے بھی انجمن مطالبہ کرتی ہے کہ اہل ملک کی اس مصیبت کو رفع کرنے میں جن کا بہت گہرا تعلق موت و زیست کے مسئلہ سے ہے حکومت انسدادی اقدام میں مزید تاخیر روا نہ رکھے گی۔

مصدرہ پریس پتھر بازار میں طبع ہوکر بہ اہتمام سید حسن (مستہتم) دفتر ملک و ملت سے شائع ہوا۔